# ہنگامی طبی امداد کے لیے ایمبولینس کی بجائے ٹیکسی پر مریض کو لے جانے کا رجحان

(نمائندہ خصوصی)

ہسپتال کی نئی ایمرجنسی کے افتتاح کو ابھی دو ہفتے ہی ہوئے تھے کہ ایک رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ایک نوجوان اپنے والد کو لے کر ایمرجنسی کے دروازے پر پہنچا۔ بزرگ کے سینے میں شدید درد تھا، پسینہ بہہ رہا تھا اور سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔ نوجوان نے بتایا کہ وہ پہلے ایمبولینس کے لیے 1122 پر کال کرتا رہا، مگر کوئی گاڑی وقت پر نہیں پہنچی، اس لیے وہ ٹیکسی میں لے آیا۔ یہ منظر اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر اسے معمول کی بات سمجھنے لگے ہیں، حالانکہ یہ معمول ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

ہسپتال کی ایمرجنسی میڈیکل آفیسر ڈاکٹر نگہت افروز نے بتایا کہ گزشتہ ایک ماہ کے دوران ایمرجنسی میں لائے جانے والے ہنگامی مریضوں میں سے تقریباً 38 فیصد ایسے تھے جنہیں ایمبولینس کے بجائے نجی گاڑیوں یا رکشوں میں لایا گیا۔ ان کے مطابق تاخیر کی وجہ سے کئی مریض ایسے بھی آئے جن کی حالت اس وقت تک بہت بگڑ چکی تھی کہ ابتدائی طبی امداد کا وقت ضائع ہو چکا تھا۔ ’’ہر گھنٹہ قیمتی ہوتا ہے، اور جو مریض ایمبولینس میں آتا ہے اس کے ساتھ ایک تربیت یافتہ عملہ ہوتا ہے، جبکہ ٹیکسی میں ہم صرف دعا کر سکتے ہیں۔‘‘

ریسکیو 1122 کے ترجمان کے مطابق ضلع میں اس وقت 14 ایمبولینس گاڑیاں موجود ہیں اور ہیڈکوارٹر سے ہر گاڑی کا اوسط فاصلہ 22 کلومیٹر بنتا ہے۔ ترجمان کا کہنا تھا کہ کئی بار ایک ہی وقت میں دو یا تین کالز آتی ہیں، جس کی وجہ سے ایمبولینس کا پہنچنا واقعی تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاہم انہوں نے تسلیم کیا کہ شہری اس تاخیر کو برداشت نہیں کرتے اور فوراً نجی ذرائع کا رخ کر لیتے ہیں، جو بعض اوقات خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر نگہت افروز کا کہنا ہے کہ ایمرجنسی میں آنے والے ہر مریض کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے، اور اگر اس ریکارڈ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ جن مریضوں کو وقت پر ایمبولینس ملی، ان کے بچنے کے امکانات کہیں زیادہ تھے۔ ان کے بقول ایک ایمبولینس صرف ایک گاڑی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا یونٹ ہوتی ہے جس میں آکسیجن، ابتدائی ادویات اور تربیت یافتہ عملہ موجود ہوتا ہے، جبکہ نجی گاڑی میں یہ سہولت سرے سے ہوتی ہی نہیں۔

ہسپتال کی ایمرجنسی انچارج ڈاکٹر سائرہ بتول نے کہا کہ ایمبولینس کے بروقت نہ پہنچنے کی ایک بڑی وجہ ٹریفک کا ازدحام بھی ہے، خاص طور پر شام کے اوقات میں جب شہر کے مرکزی بازار اور ہسپتال کے راستے میں شدید رش ہوتا ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ ایمرجنسی کالز کے لیے الگ ٹریفک لین یا کم از کم ہسپتال کے قریب ایک چھوٹا کنٹرول پوائنٹ بنایا جائے تاکہ ایمبولینس کو راستہ آسانی سے مل سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ تجویز کئی بار تحریری طور پر بھیجی جا چکی ہے، مگر اب تک اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

ضلعی ہیلتھ آفیسر ڈاکٹر فرحان جاوید لودھی نے اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایمبولینس سروس کو مزید مؤثر بنانے کے لیے 6 نئی گاڑیوں کی خریداری کی سمری صوبائی محکمہ صحت کو بھیجی جا چکی ہے، اور امید ہے کہ جون تک یہ گاڑیاں شہریوں کی خدمت پر مامور ہو جائیں گی۔ ان کے مطابق ہر نئی گاڑی میں جدید آلات نصب ہوں گے اور عملے کو خصوصی تربیت دی جائے گی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ صرف گاڑیاں بڑھانا کافی نہیں، جب تک عوام کو ایمبولینس کے درست استعمال کے بارے میں آگاہی نہیں دی جاتی، مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہوگا۔

## ہنگامی طبی امداد کے لیے ایمبولینس کی بجائے ٹیکسی پر مریض کو لے جانے کا رجحان

نمائندہ خصوصی / ڈاکٹر نگہت افروز

ہسپتال کی نئی ایمرجنسی کے افتتاح کو ابھی دو ہفتے ہی ہوئے تھے کہ ایک رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ایک نوجوان اپنے والد کو لے کر ایمرجنسی کے دروازے پر پہنچا۔ بزرگ کے سینے میں شدید درد تھا، پسینہ بہہ رہا تھا اور سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔ نوجوان نے بتایا کہ وہ پہلے ایمبولینس کے لیے 1122 پر کال کرتا رہا، مگر کوئی گاڑی وقت پر نہیں پہنچی، اس لیے وہ ٹیکسی میں لے آیا۔ یہ منظر اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر اسے معمول کی بات سمجھنے لگے ہیں، حالانکہ یہ معمول ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

ہسپتال کی ایمرجنسی میڈیکل آفیسر ڈاکٹر نگہت افروز نے بتایا کہ گزشتہ ایک ماہ کے دوران ایمرجنسی میں لائے جانے والے ہنگامی مریضوں میں سے تقریباً 38 فیصد ایسے تھے جنہیں ایمبولینس کے بجائے نجی گاڑیوں یا رکشوں میں لایا گیا۔ ان کے مطابق تاخیر کی وجہ سے کئی مریض ایسے بھی آئے جن کی حالت اس وقت تک بہت بگڑ چکی تھی کہ ابتدائی طبی امداد کا وقت ضائع ہو چکا تھا۔ ’’ہر گھنٹہ قیمتی ہوتا ہے، اور جو مریض ایمبولینس میں آتا ہے اس کے ساتھ ایک تربیت یافتہ عملہ ہوتا ہے، جبکہ ٹیکسی میں ہم صرف دعا کر سکتے ہیں۔‘‘

ریسکیو 1122 کے ترجمان کے مطابق ضلع میں اس وقت 14 ایمبولینس گاڑیاں موجود ہیں اور ہیڈکوارٹر سے ہر گاڑی کا اوسط فاصلہ 22 کلومیٹر بنتا ہے۔ ترجمان کا کہنا تھا کہ کئی بار ایک ہی وقت میں دو یا تین کالز آتی ہیں، جس کی وجہ سے ایمبولینس کا پہنچنا واقعی تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاہم انہوں نے تسلیم کیا کہ شہری اس تاخیر کو برداشت نہیں کرتے اور فوراً نجی ذرائع کا رخ کر لیتے ہیں، جو بعض اوقات خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر نگہت افروز کا کہنا ہے کہ ایمرجنسی میں آنے والے ہر مریض کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے، اور اگر اس ریکارڈ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ جن مریضوں کو وقت پر ایمبولینس ملی، ان کے بچنے کے امکانات کہیں زیادہ تھے۔ ان کے بقول ایک ایمبولینس صرف ایک گاڑی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا یونٹ ہوتی ہے جس میں آکسیجن، ابتدائی ادویات اور تربیت یافتہ عملہ موجود ہوتا ہے، جبکہ نجی گاڑی میں یہ سہولت سرے سے ہوتی ہی نہیں۔

ہسپتال کی ایمرجنسی انچارج ڈاکٹر سائرہ بتول نے کہا کہ ایمبولینس کے بروقت نہ پہنچنے کی ایک بڑی وجہ ٹریفک کا ازدحام بھی ہے، خاص طور پر شام کے اوقات میں جب شہر کے مرکزی بازار اور ہسپتال کے راستے میں شدید رش ہوتا ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ ایمرجنسی کالز کے لیے الگ ٹریفک لین یا کم از کم ہسپتال کے قریب ایک چھوٹا کنٹرول پوائنٹ بنایا جائے تاکہ ایمبولینس کو راستہ آسانی سے مل سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ تجویز کئی بار تحریری طور پر بھیجی جا چکی ہے، مگر اب تک اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

ضلعی ہیلتھ آفیسر ڈاکٹر فرحان جاوید لودھی نے اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایمبولینس سروس کو مزید مؤثر بنانے کے لیے 6 نئی گاڑیوں کی خریداری کی سمری صوبائی محکمہ صحت کو بھیجی جا چکی ہے، اور امید ہے کہ جون تک یہ گاڑیاں شہریوں کی خدمت پر مامور ہو جائیں گی۔ ان کے مطابق ہر نئی گاڑی میں جدید آلات نصب ہوں گے اور عملے کو خصوصی تربیت دی جائے گی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ صرف گاڑیاں بڑھانا کافی نہیں، جب تک عوام کو ایمبولینس کے درست استعمال کے بارے میں آگاہی نہیں دی جاتی، مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہوگا۔

## ضلع ہیلتھ آفیسر کا ہسپتال کی ایمرجنسی کے دورے کے بعد عملے کی حاضری یقینی بنانے کا حکم